قانونِ اسلامی میں مقام حدیث
نواب صدیق حسن خان کا نکتۂ نظر اور سنت کے اتباع و احیاء میں کردار

پروفیسر عتیق امجد☆

ڈاکٹر زاہدہ شبنم☆☆

(۱) قانونِ اسلامی میں مقام حدیث

اسلام اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ اور مکمل دین ہے جس کے دو سرچشمے قرآن مجید اور حدیث نبوی ہیں۔ قرآن مجید کی توضیح و تشریح اور احکام الٰہی کے فہم کے لئے حدیث کی حیثیت مسلمہ ہے اور حدیث بالکل اسی طرح حجت شرعی ہے جس طرح قرآن مجید شرعی حجت ہے، ان میں فرق وحی متلو اور غیر متلو کا ہے، یہی وجہ ہے کہ خالق کائنات نے قرآن حکیم میں متعدد مقامات پر اطاعت رسول اور اتباع رسول ﷺ کا حکم دیا ہے اور یہ بات حقیقت پر مبنی ہے کہ حدیث نبوی کے بغیر قرآن مجید کا فہم و ادراک نہیں ہو سکتا اور نہ ہی اس کے حکم اتباع رسول ﷺ پر عمل پیرا ہوا جا سکتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ﴾ (۱)

(اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو)

ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے:

﴿وَاَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا﴾ (۲)

(اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کی فرمانبرداری کرو اور نافرمانی سے ڈرتے رہو)۔

ایک مقام پر اعمال کی قبولیت کے لئے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کو کسوٹی بتاتے ہوئے آپ ﷺ کی نافرمانی سے اعمال صالحہ کو ضائع ہونے سے بچانے کا حکم دیا گیا ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ﴾ (۳)

سورۃ حجرات میں مزید تفصیلات بیان کرتے ہوئے فرمایا:

﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ۝ یٰٓاَیُّهَا

☆ صدر شعبہ علوم اسلامیہ، گورنمنٹ پوسٹ گریجوایٹ کالج، جڑانوالہ۔

☆☆ اسسٹنٹ پروفیسر، لاہور کالج برائے خواتین یونیورسٹی، لاہور۔

الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ کَجَهْرِ بَعْضِکُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُکُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ﴾ (۴)

(اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے آگے مت بڑھو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ سننے، جاننے والا ہے۔ اے ایمان والو! تم اپنی آوازیں نبی ﷺ کی آواز مبارک سے پست رکھو اور انہیں اس طرح مت زور زور سے بلاؤ جس طرح تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو کیونکہ ایسا کرنے سے تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں گے اور تمہیں اس کا شعور نہیں ہوگا)۔

ایک دوسرے مقام پر ہدایت اور صراط مستقیم کے حصول کا راستہ ہی آپ ﷺ کی اطاعت وفرمابرداری کو قرار دیا۔ ارشاد ہے:

﴿اِنْ تُطِیْعُوْهُ تَهْتَدُوْا﴾ (۵)

(اگر تم رسول اللہ ﷺ کی اطاعت وفرمانبرداری کرو گے تو سیدھی راہ پاؤ گے)۔

ایک مقام پر رسول اللہ ﷺ کی اطاعت وفرمانبرداری کو اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری قرار دیا گیا ارشاد الٰہی ہے:

﴿مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ﴾ (۶)

(جس شخص نے رسول خدا ﷺ کی اطاعت کی اس نے یقیناً اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی)۔

کہیں ارشاد ہوا:

﴿وَمَا آتَاکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰکُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾ (۷)

(جو چیز تمہیں رسول پاک ﷺ دیں وہ لے لو اور جس سے منع کریں پس اس سے رک جاؤ)۔

قرآن مجید نے محبت الٰہی کے حصول کے لئے اطاعت رسول ﷺ اور اتباع رسول ﷺ کو لازمی وضروری قرار دیا ہے۔

فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰهُ وَ یَغْفِرْلَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ﴾ (۸)

(آپ ﷺ فرما دیں کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو میری اتباع کرو، اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا)۔

گویا اللہ تعالیٰ نے اپنی رضامندی امام کائنات ﷺ کی اتباع و پیروی سے مشروط کر دی ہے۔ جو عمل آپ ﷺ کے اسوہ حسنہ کے مطابق ہوگا وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول اور باعث اجر وثواب ہوگا اور جو عمل آپ ﷺ کی سنت کے موافق نہیں ہوگا وہ مردود ہوگا۔ نبی معظم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

(من احدث فی امرنا هذا ما لیس منه فهو رد)(۹)

ایک روایت میں ہے کہ قیامت کے روز حضرت محمد ﷺ حوض کوثر پر تشریف فرما اپنی امت کے لوگوں کو اپنے دست مبارک

سے حوض کوثر کا پانی پلا رہے ہوں گے کہ کچھ لوگ آئیں گے جن کے چہرے اور وضو کے دیگر اعضاء چمکتے ہوں گے لیکن فرشتے انہیں مارتے ہوئے بھگا دیں گے۔ نبی رحمت ﷺ فرمائیں گے کہ یہ میرے امتی ہیں انہیں آنے دو، فرشتے جواب دیں گے کہ اے نبی کائنات ﷺ! انہوں نے آپؐ کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد آپ ﷺ کے دین میں نئے نئے طریقے اور بدعات جاری کر لی تھیں۔ رسول کریم ﷺ فرمائیں گے۔" **سحقا سحقا لمن غير دين بعدی.**" ان کے لئے دوری ہو جنہوں نے میرے بعد میرے دین میں تبدیلیاں کر دیں چنانچہ انہیں حوض کوثر سے بھگا دیا جائے گا۔(۱۰)

ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((من اطاع محمدًا فقد اطاع الله و من عصی محمداً فقد عصی اللّٰه)) (۱۱)

(جس نے محمد ﷺ کی اطاعت کی اس نے یقیناً اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور جس نے محمد ﷺ کی نافرمانی کی اس نے یقیناً اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی)

ایک موقع پر ارشاد فرمایا:

((كل امتی يدخلون الجنة الا من ابی فقيل من ابی قال من اطاعنی فقد دخل الجنة و من عصانی فقد ابی)) (۱۲)

(میری تمام امت جنت میں داخل ہوگی مگر سوائے اس کے جس نے جنت میں جانے سے انکار کر دیا۔ کہا گیا بھلا جنت میں جانے سے کوئی انکار کرتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا جس نے میری فرمانبرداری کی یقیناً وہ جنت میں داخل ہو گیا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے جنت میں جانے سے انکار کر دیا)

اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت کو رسول کریم ﷺ کی اطاعت کے ساتھ اس لئے ضم کیا ہے کہ رسول اکرم ﷺ کوئی بھی دین کی بات اپنی مرضی سے نہیں کہتے بلکہ آپ ﷺ وحی کی پیروی کرتے ہیں، اس کی قرآن مجید ان الفاظ میں شہادت دیتا ہے:

﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ٥ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى﴾ (۱۳)

(رسول اللہ ﷺ خواہش نفس کی بنا پر کوئی بات نہیں کرتے بلکہ جو بات بھی کرتے ہیں وحی کے مطابق کرتے ہیں)

یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے انسانیت کے لئے بہترین نمونہ قرار دیا ہے ارشاد ربانی ہے:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (۱۴)

(یقیناً تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ بہترین نمونہ ہیں۔)

ان سب آیات کریمہ اور احادیث نبویہ ﷺ سے واضح ہوتا ہے کہ جس طرح قرآن مجید پر ایمان لانا اور اس کو دستورِ حیات سمجھنا ضروری ہے بعینہ حدیث نبوی ﷺ پر ایمان لانا، اس پر عمل پیرا ہونا اور اسے زندگی کا لائحہ عمل بنانا ضروری ولازمی ہے اور حدیث نبوی ﷺ کو دستور حیات بنانا قرآن مجید کو دستور حیات بنانا ہے گویا قرآن مجید اور حدیث نبوی لازم وملزوم ہیں۔ دونوں کو اسلام میں

بنیادی اور لازمی حیثیت حاصل ہے۔ دونوں پر عمل پیرا ہونا ضروری ہے اور دونوں کو ایک دوسرے کے بغیر سمجھنا نہ صرف مشکل بلکہ ناممکن ہے۔ اس لئے کہ قرآن مجید کلیات پر بحث کرتا ہے اور حدیث ان کلیات کی تفصیل اور ان کا طریق کار بیان کرتی ہے گویا حدیث قرآن مجید کی توضیح، تشریح اور تفسیر ہے، اس کی چند ایک امثلہ ملاحظہ فرمایئے!

☆ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں سات سو سے زاید بار مسلمانوں پر نماز کی فرضیت، اہمیت اور اقامت صلوٰۃ کا تذکرہ فرمایا ہے لیکن نمازوں کی تعداد، اوقات، رکعات، ارکان، شرائط، آداب اور طریق ادائیگی کے احکام کی وضاحت حدیث نبوی ﷺ کرتی ہے اور ((صلوا کما رائیتمونی اصلی.))......(تم اس طرح نماز پڑھو جس طرح مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو) پر عمل حدیث نبوی ﷺ پر ایمان لانے اور شرعی حجت تسلیم کرنے سے ہی ہو سکتا ہے۔

☆ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے حج بیت اللہ فرض قرار دیا لیکن مناسک حج کا قرآن مجید میں مکمل طور پر ذکر نہیں ملتا، رسول اکرم a نے مناسک حج بیان کئے اور فرمایا: ((خذوا عنی مناسککم.)) (۱۵) (مناسک حج مجھ سے سیکھو)۔

☆ رمضان المبارک کے روزے فرض قرار دیے گئے لیکن اس کی تفصیل، شرائط و آداب اور لوازم حدیث نبوی سے معلوم ہوتے ہیں۔

☆ اسی طرح زکوٰۃ فرض کی گئی لیکن قرآن حکیم میں نصاب کا تعین اور مقدار زکوٰۃ کی وضاحت موجود نہیں، اس کی وضاحت حدیث نبوی ﷺ میں ملتی ہے۔

☆ قرآن مجید نے چور کا ہاتھ کاٹنے کا حکم جاری کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا﴾ (۱۶)

لیکن اس میں ہاتھ کاٹنے کی جگہ کی قید نہیں جبکہ ہاتھ کا اطلاق کف (ہتھیلی)، ساعد (کلائی) اور ذراع (بازو) پر ہوتا ہے لیکن حدیث نبوی ﷺ نے ہاتھ کو پہنچے سے کاٹنے کی قید لگا دی کیونکہ حدیث میں ہے:

((اتی بسارق فقطع یدہ من مفصل الکف)) (۱۷)

''رسول اکرم ﷺ کے پاس ایک چور لایا گیا آپ ﷺ نے اس کا ہاتھ کف (پہنچے) سے کاٹ دیا۔''

الغرض یہ کہ حدیث نبوی ﷺ قرآن مجید کی تفسیر و توضیح ہے، قرآن حکیم کے اجمالی احکام کی تفصیل و تشریح بیان کرتی ہے اور قرآن مجید کے قواعد و کلیات کی جزئیات تفصیل سے مہیا کرتی ہے۔ اس لئے حدیث تمام اہل سنت کے نزدیک بالاتفاق شرعی حجت، نصِ قطعی اور واجب العمل ہے اور اس کو شرعی حجت تسلیم نہ کرنے والا قرآن مجید کا بھی منکر اور دائرہ اسلام سے اسی طرح خارج ہے جس طرح قرآن مجید کا منکر خارج ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَ سَآءَتْ مَصِيْرًا﴾ (۱۸)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس کلمہ گو آدمی کا سر قلم کر دیا تھا جس نے رسول اکرم ﷺ کے فیصلہ کے بعد آپ سے فیصلہ کرنے کی درخواست کی تھی۔ خلفاء راشدین، تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اہل بیت رضی اللہ عنہم تابعین، تبع تابعین، ائمہ حدیث، فقہاء اور تمام اہل سنت علماء حدیث نبوی ﷺ کو شرعی حجت سمجھتے اور اس پر ایمان رکھتے تھے۔ اور رسول اکرم ﷺ کے فرمودات ارشادات کو اللہ تعالیٰ کا حکم ہی سمجھتے تھے، چند ایک بیانات ملاحظہ فرمائیے:

امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں:

((لولا السنة ما فهم احد منا القرآن)) (۱۹)

(اگر سنت نہ ہوتی تو ہم سے کوئی بھی شخص قرآن مجید کو نہ سمجھ پاتا)

امام اوزاعی فرماتے ہیں:

((السنة قاضية على القرآن وليس القرآن بقاض على السنة))(۲۰)

(سنت قرآن پر قاضی ہے قرآن، سنت پر قاضی نہیں)

یحییٰ بن کثیر لکھتے ہیں:

((ان السنة جاء ت قاضية على الكتاب ولم يجئى الكتاب قاضيا على السنة))(۲۱)

(سنت رسول اللہ ﷺ قرآن مجید کے بارے میں فیصلہ کرتی ہے، قرآن مجید، سنت کے بارے میں فیصلہ نہیں کرتا)

چنانچہ ہر دور کے علماء وفقہاء نے حدیث رسول ﷺ کو بھی وحی الٰہی تسلیم کیا اور اس میں کسی قسم کی تردید وتحریف کرنا عین قرآن مجید کی تردید وتحریف کے مترادف قرار دیا۔ خطیب عجاج لکھتے ہیں:

((فتقبل المسلمون السنة من الرسول U كما تقبلوا القرآن الكريم استجابة لله ورسوله لانها المصدر الثاني للتشريع بعد القرآن الكريم بشهادة الله عزوجل ورسوله.))(۲۲)

(مسلمانوں نے رسول اللہ ﷺ کی سنت کو اسی طرح قبولیت کا مستحق گردانا جس طرح کہ اللہ اور رسول ﷺ کو مانتے ہوئے مستحق قبولیت گردانا تھا، اس لئے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی شہادت کے مطابق سنت رسول ﷺ قرآن مجید کے بعد شریعت اسلام کا دوسرا ماخذ ہے۔)

(ب) نواب صدیق حسن خانؒ کا نظریۂ حدیث:

نواب صدیق حسن خانؒ حدیث نبوی ﷺ کے حجت شرعی ہونے پر مکمل ایمان ویقین رکھتے ہیں اور کتاب اللہ کے بعد حدیث رسول اللہ ﷺ کو قطعی اور یقینی علم تصور کرتے ہیں۔ اور اسے دوسرا اور اہم ترین ماخذ اور ذریعہ علم گردانتے تھے فرماتے ہیں:

((مبنى الشرائع الاسلام واساسها ومستند الروايات الفقيه كلها وماخذ الفنون الدينية

واسوۃ جملۃ الاحکام واساسہا وقاعدۃ جمیع العقائد ...... ومرکز المعاملات ھو علم الحدیث الشریف الذی تعرف بہ جوامع الکلم وتنفجر منہ ینابیع الحکم وتدور علیہ رحی الشرع بالاسر وھو ملاک کل نھی وامر.)) (۲۳)

(حدیث، اسلامی شریعت اور مستند روایات کی اساس اور بنیاد ہے اور تمام دینی علوم کا مآخذ، جملہ احکام وعقائد کا منبع وسرچشمہ ہے، معاملات زندگی کے لئے مرکز ومحور ہے، اور شرعی امور اور اوامر ونواہی کے لئے بنیاد کا کام دیتی ہے)

آپ حدیث نبویہ ﷺ کو تمام علوم کی کسوٹی ومعیار ٹھہراتے ہوئے لکھتے ہیں:

''یہ وہ علم ہے جو جواہر علوم خواہ نقلی ہوں یا عقلی سب کے لئے کسوٹی کا کام دیتا ہے اور اس نقاد کی مانند ہے جو کھرے کھوٹے میں تمیز کرتا ہے۔ عقاید اسلام کا ماخذ اور اللہ تعالیٰ کی طرف جانے والے راستے کی رہنمائی کرنے والا ہے۔ جو اس کسوٹی ومعیار پر پورا اترتا ہے۔ یہ عمل کرنے اور نافذ کرنے کے لائق ہے اور جو اس معیار پر پورا نہیں اترتا وہ کھوٹا سکہ ہے۔ وہ پھینکے جانے کے قابل ہے۔ اس کو رد کر دیا جائے گا اس کے برعکس ہر وہ بات جس کی تصدیق وتائید رسول پاک ﷺ کے فرمان سے ہوتی ہے۔ وہ صحیح اور درست ہے اور اس کو قبول کیا جائے لیکن جس کی تائید قرآن وسنت سے نہیں ہوتی وہ جہالت وگمراہی ہے۔'' (۲۴)

اس اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ حدیث رسول ﷺ کو یقینی علم اور کھرے کھوٹے کے لئے معیار سمجھتے ہیں اور آپ کے نزدیک جو علم حدیث کے مطابق وموافق نہ ہوگا وہ قابل اعتبار اور درخور اعتنا نہیں ہوگا بلکہ آپ ایسے علم کو جو قرآن وحدیث کے مخالف ومتبائن ہو اس کو علم ہی تصور نہیں کرتے بلکہ جہالت کا نام دیتے ہیں، فرماتے ہیں:

وما العلم الا من کتاب وسنۃ	وغیرھما جھل صریح مرکب (۲۵)
واللہ ما قال امرو متحذلق	بسواھما الا من الھذیان (۲۶)

(علم صرف وہ ہے جو کتاب وسنت سے ماخوذ ہے اور اس کے سوا محض جہالت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم ایسا شخص جو کتاب وسنت کے سوا کسی چیز کو علم سمجھتا ہے وہ لغو اور ہذیان میں مبتلا ہے)

ایک مقام پر اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

((ما العلم الا کتاب اللہ او اثر یجلوا بنور ھداہ کل متلبس)) (۲۷)

(کتاب وسنت کے علاوہ اور کوئی علم نہیں ہے جو کہ بھٹکنے والے کو اپنے نور سے صحیح راستے کی طرف رہنمائی کرے)

آپ علم کو ''نور الہٰی'' سے تشبیہ دیتے ہوئے امام شافعیؒ کے حوالے سے رقم طراز ہیں:

((ان العلم نور من اله ونور الله لا یعطی لعاص))
(علم نورِ الٰہی ہے اور اللہ تعالیٰ کا نور گناہ گاروں کو نہیں دیا جاتا ہے)
بلکہ آپ فرماتے ہیں کہ علم اللہ تعالیٰ کا نور ہے اور اس علم کے خزانے پر اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو پہرے دار مقرر فرمایا ہے اور وہ فرشتے اس علم کو گناہوں سے لبریز دل پر نہیں اتارتے۔(۲۸)
نواب صاحب حدیث کو اسلامی علوم کا سرچشمہ اور بنیاد سمجھتے ہیں۔فرماتے ہیں:
((ھو علوم الاسلام اصل واساس وھو مفسر القرآن بشھادۃ لتبین للناس)) (۲۹)
(حدیث علوم اسلامیہ کی اساس و بنیاد اور قرآن مجید کی تفسیر ہے،۔قرآن مجید کی آیتِ کریمہ "بیان للناس" اس کی شہادت دیتی ہے)
ایک مقام پر حدیث کی تمام علوم پر فوقیت و برتری بیان کرتے ہوئے اسے اس طرح ضروری قرار دیتے ہیں اور موکد طور پر بتاتے ہیں کہ جس طرح زندگی کی بقا کے لئے پانی کی ضرورت ہے اسی طرح ایک مسلمان کے لئے حدیث کی ضرورت ہے، لکھتے ہیں:

علم الحدیث اجل علم الدین — وبہ علوم المرء فی الدارین
کالماء محیاۃ النفوس مطھر — بقلب لا یعروۃ شین الرین (۳۰)

(علم حدیث کو علم دین میں نہایت اہم مقام حاصل ہے۔اس کے ذریعے انسان دونوں جہانوں میں بلند درجات حاصل کرتا ہے۔یہ پانی کی مانند ہے جو کہ انسان کو زندگی بخشتا ہے۔حدیث دل کو پاک ومطہر کرتی ہے اور اس کے بغیر دل کا زنگ ختم نہیں ہوتا)

مندرجہ بالا اقتباسات سے واضح ہوتا ہے کہ نواب مرحوم کی رائے میں قرآنِ حکیم کے بعد حدیث کو تمام علوم پر فوقیت حاصل ہے، یہ معتبر ترین ذریعہ علم اور اس کے ذریعے حاصل ہونے والا علم حتمی و یقینی ہے۔اس لئے آپ قرآن مجید اور حدیث نبوی ﷺ کی صریح نص کی موجودگی میں کسی محدث، مفکر، فقیہ، فلسفی اور امام کے کسی قول و رائے کو کوئی حیثیت نہیں دیتے اور اسی لئے حدیث رسول اللہ ﷺ کے مقابلہ میں کرامات، الہام، رؤیا اور کشف وغیرہ کو جو اس کے خلاف ہوں بے وزن و بے وقعت تصور کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

قول ھر کسے ماخوذ ومتروک است الا رسول اللہ ﷺ پس حکم بسلطان این علم ناقد وماضی برجیع علوم دینیہ وملیہ از عقلیہ ونقلیہ، وھبیہ، کشفیہ است.(۳۱)
(ہر کسی کی بات کو رد یا قبول کیا جاسکتا ہے لیکن رسول اللہ ﷺ کی ہر بات کو ہر صورت میں قبول کرنا ہوگا، تمام علوم خواہ وہ عقلی ہوں یا نقلی، وہبی ہوں یا کشفی کے لئے حدیث منبع ومصدر کی حیثیت رکھتی ہے)

ایک دوسرے مقام پر یوں رقم طراز ہیں:

العلم ما قال الله وقال رسوله　　قال الصحابة ليس فيه خلاف

العلم وما كان فيه قال حدثنا　　وما سواه فو سواس الشياطين

كل العلوم سوى القرآن مشغلة　　الا الحديث والفقه في الدين (۳۲)

(علم صرف وہ ہے جو اللہ تعالیٰ اور رسول معظم ﷺ کے فرمان سے ماخوذ ہے یا صحابہ رضی اللہ عنہم کے اقوال ہیں جس میں کسی کو اختلاف نہیں ہے۔ علم وہی ہے جو رسول کریم ﷺ سے بیان کیا گیا ہے، اس کے علاوہ سب کچھ شیطانی وسوسے ہیں، قرآن مجید، حدیث نبوی ﷺ اور تفقہ فی الدین اصل علم ہیں باقی صرف مشغلے ہیں۔)

اس بحث سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ نواب صدیق حسن خانؒ علم حدیث پر ہی مکمل اعتماد و یقین اور اس طرح ایمان رکھتے تھے جس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اسلاف امت، ایمان رکھتے تھے۔ اور حدیث کو اسی طرح حجت اور حتمی حیثیت دیتے تھے جس طرح اسلام میں اس کو مستند حیثیت اور فائنل اتھارٹی حاصل ہے۔

آپ ساری زندگی اس نظریہ حدیث پر عمل پیرا رہے اور اسی کی ترویج اور نشر و اشاعت کے لئے اپنی تمام تر صلاحیتوں کو استعمال کیا۔

نواب صاحب کا اتباع سنت اور احیائے سنت میں کردار

اتباع سنت کی اہمیت و فرضیت کی بنا پر آپ نے اپنی پوری زندگی اتباع سنت میں گزاری، ہمیشہ اپنے ہر قول و اقرار اور فعل و کردار کو سنت کی پیروی میں ڈھالنے کے لئے کوشاں رہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی زندگی کے مطالعہ سے آپ کی سب سے بڑی خوبی جو نظر آتی ہے وہ اتباع سنت ہی ہے۔ آپ کی تمام کتب میں آپ نے سنت رسول ﷺ کو معیار بناتے ہوئے ہر مسئلہ کی وضاحت فرمائی۔ آپ کی کوئی کتاب بھی ایسی نہیں دکھائی دیتی جو سنت مطہرہ سے مزین نہ ہو، خود فرماتے ہیں:

''میں اظہار حق میں کسی یار و اغیار کا لحاظ نہیں کرتا، میرا دل اتباع سنن پر مطمئن ہے اور شک و شبہ کی کوئی گرد میرے دامن خاطر پر نہیں جمتی۔'' (۳۳)

آپ اپنے شب و روز کے اعمال سنت مطہرہ کے مطابق بجالاتے۔ نماز تہجد کے لئے اٹھنے سے رات سونے تک اپنے اعمال و مصروفیات میں آپ سنت رسول ﷺ کو ملحوظ رکھتے۔ مسنون دعاؤں کا ذکر، مسنون درود شریف کا ورد، مسنون طریقہ سے کھانا پینا، مسنون طریقے پر اٹھنا بیٹھنا، قیلولہ، جسم و لباس کی صفائی، گھر اور دفتر کی صفائی، برتنوں کی صفائی اور سونا اور بیدار ہونا وغیرہ سب کے سب مشاغل سنت کے مطابق ادا کرتے۔ فرماتے ہیں:

''کھانے پینے کے وقت ہمیشہ شرعی آداب کو ملحوظِ خاطر رکھتا ہوں یعنی شروع ''بسم اللہ'' سے کرتا ہوں اور آخر میں حمدِ الٰہی کہتا ہوں اور تناولِ طعام سے فراغت کے بعد دعائے مسنون پڑھتا ہوں۔ کپڑا پہنتے اور بیت الخلا جاتے وقت کی جو دعائیں منقول ہیں وہ بھی پڑھا کرتا ہوں، وضو کے شروع میں بسم اللہ اور آخر میں کلمہ شہادت اور دعاء ماثور کا ورد کیا کرتا ہوں۔ اذان کے بعد دعا وسیلہ اور حضرتؐ کے نامِ مبارک کو کسی وقت بھی، اذان کے اندر یا باہر سن کر مسنون درود پڑھنا بھی میری عادت ہے۔ وللہ الحمد!''

''رمضان المبارک میں سارا ماہ یہ معمول رہتا ہے کہ سحری کے بعد آخر شب میں نہایت التزام کے ساتھ بارہ رکعت نماز تہجد پڑھا کرتا ہوں، اور مرض کے علاوہ قضاء نہیں کرتا۔ اسی طرح عام طور پر ایک قرآن شریف تراویح میں اور ایک قرآن شریف تلاوت میں سنتا اور پڑھتا ہوں۔ ایک مدت تک یا مدت دراز تک روزانہ ''دلائل الخیرات'' اور ''حزبِ اعظم'' کی تلاوت وقرأت کا بھی اتفاق رہا ہے۔

لقد کنت دھرا قبل ان یکشف الغطا   اخالک انی ذاکرلک شاکر

فلما اضآء اللیل اصبحت شاھدا   بانک مذکور وذکر و ذاکر

علم ادعیہ واذکار میں امام نوویؒ کی کتاب معروف ومقبول ہے۔ بعض اہل علم نے کہا ہے ''بع الدار واشترِ الاذکار'' لیکن میری کتاب ''نزل الابرار'' اذکار کی نسبت زیادہ نفع بخش اور زیادہ جامع ہے۔ یہ بات محض تحدیث نعمت کے طور پر کہہ رہا ہوں۔ اس لئے نہیں کہ میرا علم وفضل نوویؒ سے زیادہ یا مساوی ہے۔ کیونکہ میں نووی کے خاک پا کے برابر بھی نہیں ہوں۔ کجا ذرہ کجا آفتاب بلکہ میں تو بجائے خود نہایت شرمندہ اور خائف ہوں کہ مجھ سے فرائض نماز وروزہ کے سوا کوئی نفلی عبادت ادا نہیں ہوتی اور فرائض بھی۔'' (۳۴)

آپ نماز اور دیگر ارکان اسلام سنت کے مطابق نبوی طریقہ سے ادا کرتے۔ نماز میں فاتحہ خلف الامام، امین بالجہر، رفع الیدین، سینہ پر ہاتھ باندھنے وغیرہ میں سنت کو ملحوظ رکھتے اور مروجہ فقہ حنفی کے علماء وعوام کے طعن وتشنیع کی پرواہ نہ کرتے اور نماز میں طمانیت وتعدیلِ ارکان پر خصوصی توجہ دیتے تھے۔ اسی طرح نماز اول وقت ادا کرتے تھے۔ مآثر صدیقی کے مصنف لکھتے ہیں:

''والا جاہ مرحوم نماز پنجگانہ حنفی طریقہ پر پڑھتے تھے البتہ ان کو فاتحہ خلف الامام اور اول وقت کا خاص اہتمام مدنظر رہتا تھا۔ تعدیل ارکان نماز اور آداب وسنن کا قعود اور قیام وجلوس کے وقت سختی سے لحاظ رکھتے تھے۔'' (۳۵)

مولانا سید محمد جعفر شاہ پھلواروی لکھتے ہیں:

''نواب صاحب اکثر نور محل کی مسجد میں جمعہ ادا کرتے تھے کبھی کبھی خود بھی پڑھایا کرتے تھے۔ تمام بچے بھی ساتھ ہوتے تھے، ہماری خوشدامن بھی کبھی کبھی ساتھ ہوتی تھیں، ہماری خوشدامن کہتی ہیں کہ سب لوگ زور سے آمین کہتے تھے۔'' (۳۶)

آپ کھانے پینے میں بھی سنت کو ملحوظ رکھتے تھے کبھی کسی کھانے میں نقص نہیں نکالتے تھے اور اسے برا نہیں کہتے تھے، اگر پسند

نہ آ تا تو تھوڑا سا کھا کر ہاتھ کھینچ لیتے تھے۔ پانی میں پھونکنا مکروہ سمجھتے تھے اور تین سانس میں پیتے تھے۔ ٹھنڈے پانی کے بڑے شوقین تھے اور اس کی وجہ یہ فرمایا کرتے تھے کہ رسول اکرم a کو ٹھنڈا پانی بڑا مرغوب تھا، میٹھی چیزیں پسند نہیں تھیں لیکن سنت اور مفید سمجھ کر کچھ نہ کچھ ضرور کھالیا کرتے تھے۔ متنوع کھانے یعنی ایک وقت میں کئی ڈشوں کے استعمال کو نہ صرف ناپسند کرتے تھے بلکہ اسے ﴿کُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ﴾ کے تحت اسراف وتبذیر سے تعبیر کرتے تھے۔

’’آپ لباس کے استعمال میں بھی سنت کو مدنظر رکھتے تھے، اکثر سادہ اور سفید رنگ کا لباس پہنتے تھے بعض اوقات رئیسہ عالیہ شاہ جہاں بیگم کی خواہش پر مختلف الالوان لباس بھی پہن لیا کرتے اور خوشبو کا خصوصی اہتمام کرتے تھے۔‘‘

صاحب مآثر لکھتے ہیں:

’’لباس سادہ اور سفید ان کو بہت پسند تھا کرتہ گھنڈی دار اور دہلی کی وضع کا انگرکھا یخی چولی کا اور دہلی کی وضع کی گول ٹوپی اور پاجامہ استعمال کیا کرتے تھے پاپوش اکثر پنجابی وضع کی ساخت امرتسرا استعمال کرتے تھے، بعض اوقات عام رواج کے موافق رئیسہ عالیہ کی مرضی دیکھ کر مختلف الالوان اور نیم رنگ لباس بھی پہن لیا کرتے تھے البتہ ان کا لحاظ ان کو بہت رہتا تھا کہ لباس خوش وضع اور خوش قطع ہو اور عطر اور خوشبو سے بسا ہوا اور معطر ہو۔ مواقع دربار پر یا تقاریب سرکاری اور عیدین میں مجبوراً ان کو مالائے مروارید زیب گلو اور سرپیچ مرصع اور کلاہ و پٹی مرصع مروارید و جواہر زیب سر و کمر کرنا پڑتی تھی مگر ان تکلفات امیرانہ و شاہانہ سے ان کے قلب کو سخت اذیت محسوس ہوا کرتی تھی اور جلد سے جلد اس کی تبدیلی میں کوشش کیا کرتے تھے۔ وہ عباء عربی اور عباء عرب کو دل سے عزیز رکھتے تھے اور عیدین کو بالتخصیص عباء عربی سے ملبوس ہوا کرتے تھے۔‘‘ (۳۷)

آپ خود فرماتے ہیں:

’’عربی نسب اور عربی زبان دونوں چیزیں ہمارے لئے باعث فخر ہیں اور یہ ہمیں رسول معظم ﷺ کے قریب کردیتی ہیں۔‘‘ (۳۸)

آپ کپڑا پھٹنے پر اپنے ہاتھ سے پیوند لگاتے تھے اور اگر شاہ جہاں بیگم کو پتہ چل جاتا تو وہ ناخوش ہوتی تھیں اور ٹوکتی تھیں، آپ مسکراتے ہوئے سر جھکا دیتے اور فرماتے سنت رسول ﷺ ادا کرنے پر خوش ہونا چاہئے نہ کہ ناراض، جوتا ٹوٹنے پر بھی آپ خود ہی پیوند لگالیتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ پیوند لگانا رسول خدا ﷺ کی سنت ہے اور کبھی کبھی ایسا ضرور کرنا چاہئے۔

آپ انگوٹھی بھی اسوۂ رسول ﷺ کی روشنی میں بائیں ہاتھ میں پہنتے تھے اور جمشید کے حوالے سے کہا کرتے تھے کہ دایاں ہاتھ تو بذات خود معزز و مشرف ہے اور بائیں ہاتھ میں (جو کہ عزت میں کم تر ہے) انگوٹھی پہن کر اس کی عزت بڑھائی جائے۔

آپ سواری کے لئے حدیث رسول ’’الخیر معقود فی نواصی الخیل‘‘ کی روشنی میں گھوڑے کی سواری پسند کرتے

تھے، اگرچہ پالکی، بگھی، ہاتھی اور اونٹ پر بھی سواری کر لیتے تھے اور اولاد کو دیگر تعلیم و تربیت کے علاوہ انہیں حدیث رسول ﷺ کے مطابق شہسواری سکھانے کے لئے باقاعدہ ماہر فن افراد متعین کر رکھے تھے کیونکہ حدیث میں بچوں کو تیراکی، شہسواری اور تیراندازی سکھانے کا حکم دیا گیا ہے۔

نواب صاحبؒ اپنی دونوں بیویوں کے ساتھ یکساں سلوک کرتے تھے اور دونوں کے حقوق میں بھی مساوات کا خیال رکھتے اور نواب شاہ جہاں بیگم سے نکاح ثانی کے بعد پہلی بیوی ذکیہ بیگم سے پہلے جیسے تعلقات برقرار رکھے اور ان کی ضروریات واخراجات کے لئے شاہ جہاں بیگم اور انہیں دونوں کو پانچ پانچ صد روپے ماہانہ دیتے تھے۔

والا جاہ مرحوم اپنی اولاد کے مال کی باقاعدگی سے زکوٰۃ دیا کرتے تھے اور اس سلسلے میں ان کے مال کا باقاعدہ حساب رکھتے تھے۔ مولانا جعفر شاہ پھلواروی لکھتے ہیں:

''نواب صاحب کی اپنی اور اپنی بہنوں کی اولاد میں ہر ایک کا وظیفہ یوم پیدائش سے مقرر ہو جایا کرتا تھا، ہر ایک کے سن شعور کو پہنچنے تک وہ رقم جمع ہوتی رہتی تھی، ہر ایک کی تھیلی اور حساب کتاب باقاعدہ کاغذات پر رہتا تھا اور ہر سال ہر ایک کی رقم میں سے پابندی سے زکوٰۃ نکالی جاتی تھی، ہر ایک کی تھیلی اور حساب کتاب کا کاغذ الگ الگ رہتا تھا اور یہ سب رقم بڑے بڑے مقفل صندوقوں میں بند رہتی تھی۔ نواب صاحب کے اس طرزِ عمل سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مال پر زکوٰۃ واجب ہونے کے قائل تھے نہ کہ اشخاص کے، ورنہ بالغوں کی نہ نکالتے''۔(۳۹)

نواب صاحبؒ بچوں سے بہت محبت اور پیار کرتے تھے اور اپنے نواسوں، نواسیوں سے ملنے کے لئے ہر دوسرے تیسرے روز اپنی بیٹی کے گھر جایا کرتے تھے اور بچوں کے ساتھ کھانا کھاتے تھے اور اتباع سنت رسول ﷺ میں بیٹی کے گھر داخل ہوتے وقت اجازت لیا کرتے تھے۔

آپ نے اپنی اولاد کے رشتے قائم کرتے وقت بھی سنت رسول ﷺ کو ملحوظ رکھا بلکہ اپنی اولاد کو اپنے پوتوں اور نواسوں کے رشتے کرتے وقت بھی ''فاظفر بذات الدین'' کی نصیحت کی اور رشتہ داری میں نظریات و مذاہب کو ملحوظ رکھنے کی وصیت فرماتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''عقد نکاح کے وقت دین داری کو پیش نظر رکھنا چاہئے اس زمانہ میں رفض و شیعیت اکثر گھروں میں پھیل گئی ہے اور قصبوں میں پہلے سے برادری چلے آنے کے سبب سے آپس میں قرابت کیا کرتے ہیں اور اس زمانہ کے شریفوں کو عالی نسبی اور دولت مندی پر زیادہ نظر رہا کرتی ہے پس ہم کو اور ہماری اولاد اور اولاد در اولاد کو چاہئے کہ وہ نکاح کرتے وقت مذہب کی پاسداری کا خیال رکھیں اور اپنی بیٹی کا کسی شیعہ کے ساتھ نکاح نہ کریں نہ ایسے شخص کے ساتھ نکاح کریں جس پر رفض اور شیعیت کی تہمت لگی ہوئی ہو اگرچہ وہ شخص اپنا عزیز و قریب ہی کیوں نہ ہو اور اپنے شہر ہی میں سکونت کیوں نہ رکھتا ہو اور گو وہ کیسا ہی دولت مند اور عالی نسب کیوں نہ ہو، نہ

اپنے بیٹوں اور پوتوں وغیرہ کا نکاح کسی شیعہ کی لڑکی سے کرنا چاہئے خواہ وہ شیعوں کے کسی فرقہ میں داخل ہو، ہم نے بہت دیکھا ہے اور تم نے بھی سنا ہوگا کہ جس شخص نے روپیہ پیسہ کی طمع میں کسی امیر سے نکاح کیا تو اس کو اپنے مذہب سے ہاتھ دھونا پڑا اور جس شخص نے محض خوبصورتی کو پسند کر کے نکاح کیا اس کا انجام اچھا نہیں ہوا اور دنیا اس کے حق میں دوزخ بن گئی۔'' (۴۰)

آپ نے اپنی اولاد کو بھی ہمیشہ اتباع سنت پر عمل پیرا ہونے کی تلقین کی اور عبادات و معاملات اور تعلقات میں کتاب و سنت کو مشعل راہ بنانے کا درس دیا۔ حج کے لئے جاتے وقت اپنی اولاد کو وصیت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''دوسری وصیت یہ ہے کہ مذاہب اربعہ کو حق و صداقت میں یکساں سمجھو اور کسی کو کسی پر ترجیح نہ دو اور اتباع ظاہر سنت کو اپنا شعار بناؤ جس کی صحت محققین اہل حدیث سے دلیلاً اور نصاً ثابت ہو چکی ہے اور ہرگز رائے کو نصوص صحیحہ پر مقدم نہ رکھو...... اتباع سنت کو (خواہ کوئی عالم یا جاہل اس سے انکار کرے) ہرگز نہ چھوڑ و اور اپنے عمل و عقیدہ کو ظاہر کتاب و سنت کے موافق و مطابق رکھو۔'' (۴۱)

آپ اپنی اولاد کے خلافِ سنت کاموں پر بڑے خفا ہوتے اور انہیں اپنے اعمال و معاملات سنت کے مطابق ڈھالنے کی ترغیب دیتے رہتے۔ بلکہ آپ نے ان کے خلاف سنت معمولات کا برملا اظہار کیا۔ آپ کے صاحبزادے لکھتے ہیں:

مجھ کو خوب یاد ہے کہ عنفوان شباب میں مجھ کو پر تکلف لباس و مکان و آرائش و زیب و زینت جسمانی کا بہت شوق تھا اور شب و روز مشغلۂ شعر و سخن میں مصروف رہا کرتا تھا، میرے بہنوئی ابوتراب میر عبدالحئی خان صاحب مرحوم و مغفور کو مہمان نوازی اور خاطر مدارات احباب میں از حد غلو رہا کرتا تھا اور میرے برادر معظم مرحوم و مغفور کو صوفیائے عصر کی طرف زیادہ میلان تھا اور تعدیل ارکان نماز کا اہتمام کم رہتا تھا۔ قطع نظر اس کے مسجد میں ادائے صلوٰۃ کا اتفاق ہم سب کو بہت کم ہوا کرتا تھا اور یہ امر ان کے خاطر عاطر پر سخت گراں اور شاق ہوتا تھا۔ مگر وہ کسی وقت تنبیہ و تادیب و تہدید سے باز نہیں رہتے تھے یہاں تک کہ انہوں نے اپنی بعض مؤلفات اور وصیت نامہ میں علی الاعلان ان امور پر اظہار ناراضگی و افسوس کیا ہے، وہ لکھتے ہیں کہ:

''بعض کو شوق تفریق مال اور گور پرست اور پیر پرست جاہل پیرزادگان کو دنیا طلب لوگوں کی ہم نشینی کا شوق ہے اور اہل و عیال کے حقوق سے غفلت کلی ہے اور بعض یاران زمانہ کی مہمان نوازی اور مدارات میں شب و روز مشغول و مصروف رہتے ہیں۔ آپ نقصان اٹھاتے ہیں اور وہ لوگ کامیاب رہتے ہیں۔ حالانکہ شریعت میں حقوق اقارب و اجانب کے حدود مقرر ہیں۔ ان سے تجاوز کرنا داخل اسراف و تبذیر یا سفاہت و تعدی ہے اور بعض کو شوق آرائش و پیرائش لباس و مسکن کا ہے۔ اس میں اسراف ہوتا ہے...... پھر لکھتے ہیں: جس جگہ نور محل کی اب عمارت ہے پہلے یہ ایک ویرانہ جگہ شہر پناہ سے باہر دامن کوہ میں واقع تھی جب اس کے جوار میں میں نے تین گھر (ہر سہ اولاد کے) آباد کئے تو خدا سے کہا کہ: ﴿رَبِّ اِنِّـیْ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ

ذَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلٰوةَ﴾ اور یہ تمنا تھی کہ اس مسجد کو میرے اخلاف آباد رکھیں گے۔ میں دیکھتا ہوں کہ ان میں سے کسی کو اوقات پنج گانہ میں اقامت نماز کی طرف توجہ نہیں ہے۔ گھر میں نماز پڑھ لیں مگر مسجد تک ان کو آنا دشوار ہے پھر اگر گاہ گاہ نماز کا اتفاق مسجد میں ہوتا ہے تو نماز اس طرح مسجد میں پڑھی جاتی ہے کہ وہ مذہب فقہ کے مطابق بھی صحیح نہیں، اہل سنت و اصحاب معرفت کا کیا ذکر، قرأت درست نہ رکوع وسجدہ صحیح پھر اس پر دعوی ولایت ووطی مقامات معرفت۔'' (۴۲)

آپ کا دوسرا وصیت نامہ ۱۲۹۸ھ میں ''مقالة الفصيحة'' کے نام سے شائع ہوا ہے۔ اس میں آپ نے اپنی اولاد کو کتاب وسنت پر عمل پیرا ہونے اور بدعات ورسومات سے بچنے پر بہت زور دیا ہے اور اس وقت کی کئی بدعات کے نام لکھ کر ان سے کنارہ کشی اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔ آپ کی ان وصیتوں میں سے چند ایک مختصراً ذیل میں درج کی جاتی ہیں تا کہ معلوم ہو سکے کہ حضرت نواب صدیق حسن خاںؒ کس قدر سنت مطہرہ پر کار بند اور بدعات سے نفور تھے۔

(۱) دین اسلام ہی اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ دین ہے اور اسی پر جینا اور مرنا ہے۔ اگر غیر مسلم ہماری آغوش میں تمام دنیا کی دولتیں لا کر رکھ دیں اور اسلام کے علاوہ کسی اور مذہب، عیسائیت اور یہودیت وغیرہ اختیار کرنے کا کہیں تو ہم ان کی خواہش اور دنیا کی دولت کو ٹھکرا دیں اور آخرت کا انتخاب کریں۔

(۲) اپنا اعتقاد وعمل کتاب وسنت کے مطابق وموافق رکھیں اور متقدمین اہل سنت کے عقاید پر قائم رہیں اور علمائے حدیث کی پیروی کریں نیز فلاسفہ کے شکوک باطلہ کی طرف نظر التفات نہ کریں۔

(۳) اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت جائز اور درست نہیں ہے۔

(۴) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ حسن عقیدت رکھیں ان کے فضائل ومناقب کو ملحوظ رکھیں اور ان کی مدح وثنا کے علاوہ کوئی بات ان کے بارے میں نہ کہیں۔

(۵) اس دور کے مشائخ کے ہاتھ میں ہاتھ دینا اور ان کی بیعت کرنا درست نہیں ہے اور ان کی کرامتیں شاذ ونادر کے سوا محض طلسم و شعبدہ بازی ہیں۔

(۶) جاہل صوفی زہر قاتل ہے۔ بے علم عابد، الحاد و بدعت کی طرف رہنمائی کرنے والا ہے اور بے سنت، فقیہ زاہد خشک ہے جو نور باطن سے محروم ہے اور برکات قلب سے دور ہے۔

(۷) تہذیب وشائستگی کے آداب جو سنت مطہرہ میں مذکور ہیں انہیں اپنا شعار بنانا چاہئے۔

(۸) کاغذی تابوت بنانا جس کا نام تعزیہ ہے۔ تمام رسوم شوم، ماتم کے طریقے مثلاً سیاہ لباس پہننا، سینہ کوبی کرنا، آنسو بہانا، مجلس عزا کا انعقاد کرنا یہ سب مطرود ومردود ہیں۔

(۹) بارہ ربیع الاول کو عید میلاد النبی a منانا، اس موقع پر کھانے پکانے، ذکر ولادت پر کھڑا ہونا وغیرہ۔ گیارہویں اور حضرت عبد القادر

جیلانیؒ کی محفل کرامات وغیرہ منعقد کرنا سنت سے ثابت وجائز نہیں ہے۔

(۱۰) قبروں کو پختہ بنانا، ان پر چادر وغیرہ چڑھانا، انہیں مختلف طرح سے دھونا اور بزرگوں کے عرس منانا حرام ہیں۔ نیز قوالیاں اور رقص وسرود وغیرہ بھی حرام، مردود اور کبیرہ گناہ ہے۔

(۱۱) اولیاء اللہ کی قبروں پر حاجت روائی ومشکل کشائی کی استدعا کرنے کے لئے جانا بھی شریعت اسلامیہ میں ناجائز ہے۔

(۱۲) مردوں کو قبروں میں دفن کرنے کے بعد اذان کہنا، نماز تراویح یا نماز جمعہ کے وقت دو اذانوں کے درمیان الصلوٰۃ کہنا، نماز کی اذان کے بعد الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ یا الصلوٰۃ والسلام علی رسول اللہ کہنا۔ نبی مقدس ﷺ کے نام نامی پر انگوٹھوں کو چومنا و آنکھوں پر رکھنا، دو خطبوں کے درمیان ہاتھ اٹھانا۔ نماز عید کے بعد معانقہ کرنا نماز فجر وعصر کے بعد مصافحہ کا التزام کرنا وغیرہ بدعت ہے اور سیرت رسول ﷺ کے خلاف ہے۔

(۱۳) ارامل اور بیواؤں کے نکاح سے عار کرنا بھی بدعت ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ کے ذکر کے وقت اللہ تعالیٰ کے مقدس ناموں کی بجائے یا علی یا حسین یا خواجہ، یا پیر یا قطب یا غوث وغیرہ کے وظائف، بغداد کی جانب پیٹھ کرنے کو معیوب سمجھنا سب بدعت ہیں اور اولیاء اللہ کو حاضر ناظر جان کر انہیں متصرف کہا جانا بدعت کے درجہ سے بڑھ کر کفر کی حد کو پہنچ چکے ہیں۔

(۱۴) عبدالرسول، عبدالنبی، حسن بخش، امام بخش وغیرہ (نام) بھی بدعت اور نجاست شرک سے آلودہ ہیں۔ (۴۳)

آپ نے خود متبع سنت ہونے کے ساتھ ساتھ احیاء سنت پر بھی نہایت جدوجہد سے کام لیا۔ اپنی اولاد کے علاوہ اپنی زوجہ محترم رئیسہ شاہ جہاں بیگم کو بھی قرآن وسنت کی اتباع کی ترغیب دیتے۔ انہیں پردہ کروایا اور معاملات حکومت بھی انہیں پردہ نشینی میں انجام دینے کی تلقین کی۔ چنانچہ انہوں نے شرعی تقاضوں کے مطابق پردہ شروع کردیا اور چاروں وائسریان ہند سے کلکتہ اور دہلی میں برقع اوڑھے ملاقات کی ہے اور ان کی تصویر بھی چہرہ پر نقاب اوڑھے بنائی گئی۔ (۴۴)

صاحب مآثر لکھتے ہیں:

> ''اسی طرح رئیسہ عالیہ کے جانب سے اگر کوئی ایسا امر ظہور میں آتا تھا جو ان کے نزدیک خلاف کتاب وسنت ہوتا تھا تو فوراً بلا تامل ان کے سامنے نصوص کتاب وسنت پیش کر کے اس کی تلافی مکافات کی کوشش کرتے تھے۔ مثلاً ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ تمام اراکین وعمائد کی تصویریں کھچوائی گئیں اور ان کو بھی چند مرتبہ تصویر کھچوانا پڑی چونکہ یہ امر ان کے نزدیک شرعاً جائز نہ تھا اس لئے خود انہوں نے بذات خاص صدقات اور حسنات اور استغفار سے اس کی تلافی کی کوشش کی اور رئیسہ عالیہ کو بھی آمادہ کر کے اس کے مکافات پر توجہ دلائی۔ متعدد مرتبہ اس قسم کے واقعات پیش آئے مگر وہ دلالت خیر سے باز نہیں رہتے تھے۔'' (۴۵)

آپ سنت مطہرہ کو نور تصور کرتے تھے اور بدعت کو ظلمت وگمراہی خیال کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ بدعت اگرچہ حسنہ ہی کیوں نہ ہو اس سے ظلمت پیدا ہوتی ہے اور آخر کار ختم وطبع اور رین (یعنی دل پر مہر اور زنگ) کی نوبت آجاتی ہے اور سنت اگرچہ

اَنــدَکْ (قلیل، ذراسی) ہواس سے دل میں نور پیدا ہوتا ہے۔اسی لئے آپ کی تمام تصنیفات وتالیفات میں اتباع سنت پر زور دیا گیا ہےاور بدعات ورسومات کی پرزور تردید کی گئی ہے۔ایک مقام پرشرک وبدعت کے بارے میں لکھتے ہیں:

''شرک وبدعت سے توبہ کرنا سب سے مقدم ہے اس لئے کہ شرک کے ستر اور بدعت کے بہتر درجے ہیں۔ شرک وہ بلا ہے جس سے بڑے بڑے اکابر نہ بچ سکے اور بدعت وہ آفت ہے جس میں بڑے بڑے اہل علم پھنس گئے۔جاہل مومن، شرک کوشرک نہیں سمجھتا اور بدعتی، بدعت کو اچھا سمجھتا ہے۔اس لئے انہیں توبہ کی توفیق نہیں ملتی۔'' (۴۶)

نواب صاحب تمام متنازع امور کوقرآن وسنت پر پیش کرنا ضروری سمجھتے ہیں اور آیت کریمہ:

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ﴾ (۴۷)

کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''متنازع امور کو کتاب وسنت پر پیش کرنا واجب ہے، اگر اس کا حکم قرآن مجید میں ہوتو اس کے مطابق فیصلہ ہوگا اور اگر اس میں نہ ہوتو رسول اکرم ﷺ کی سنت پر پیش کرنا ہوگا اور اگر سنت رسول ﷺ میں بھی نہ ہوتو پھر اجتہاد کا راستہ اختیار کرنا ہوگا اور اس حکم کے بارے میں لوگوں کی آراء کی طرف التفات نہیں کیا جائے گا کیونکہ یہ ہدایت کی تبیین کے بعد اللہ ورسول ﷺ کی مخالفت ہوگی۔'' (۴۸)

یہی وجہ ہے کہ آپ نے (دائرہ معارف اسلامیہ کے مطابق) صرف اتباع سنت پر گیارہ سے زاید کتب لکھیں لیکن ہمارے خیال میں آپ کی تمام تصنیفات وتالیفات کا مرکز ومحور ہی اتباع سنت ہے۔اور آپ کی حیات مبارکہ کے ایک ایک لمحہ اور آپ کی کتب کے ایک ایک ورق سے اس کی شہادت ملتی ہے کہ آپ احیاءِ سنت کے اس قدر متمنی اور دلدادہ تھے کہ آپ کے بقول:

''میں یہ نیت رکھتا ہوں کہ اگر میرا بس چلے تو روئے زمین پر کسی ایسی کتاب کو باقی نہ رہنے دوں جو کتاب اللہ کے مخالف ہو، نہ کسی بدعت کو چھوڑوں جو سنت سے متصادم ہو، نہ دن یا رات میں کسی قسم کا فسق علی الاعلان ہونے دوں اور اگر کسی قسم کا فسق وقوع پذیر ہوجائے تو شریعت کے مطابق حدود وتعزیرات نافذ کرکے اس کی روک تھام کردوں۔'' (۴۹)

اسی ضمن میں آپ مزید لکھتے ہیں:

''انقلاب کا ہنگامہ سن کر اہل عزائم نے آ گھیرا۔عام لوگوں کے ذہن میں یہ بات جمی ہوئی ہے کہ امراء ورؤسا عملیات کے معتقد ہوتے ہیں۔حالانکہ پہلی بات یہ ہے کہ میں امیر نہیں ہوں اور دوسری بات یہ ہے کہ علم سے فقیر بھی نہیں ہوں کہ اہل شرک وبدعت کے دام تزویر میں گرفتار ہوجاؤں۔میں تو اپنے اعتقاد کے مطابق کسی

شخص کا معتقد نہیں ہوں۔ خصوصاً ان فقراء و مشائخ کا تو بالکل نہیں جو جہالت کے اس دور میں دکانداری کرتے ہیں۔ مجھے ان کی حرکات بے برکات پر تعجب ہے کہ یہ اپنی جہالت، خباثت اور شرک و بدعت میں کس موحد کو پھانسنا چاہتے ہیں۔ ان احمقوں نے اتنا بھی خیال نہ کیا کہ میں تو مشہور اہل حدیث ہوں اور ''تقویۃ الایمان'' اور رسائل توحید کا پابند ہوں۔ میرے سامنے کسی رمال، جفار، منجم اور عزیمت خواں کی اتنی قدر بھی نہیں، جتنی انسان کی نظر میں جانوروں کی ہوتی ہے۔ کیونکہ موحد تو ہر بلا و رخا اور مصیبت و عافیت میں اللہ ہی کو پکارتا ہے۔ جان جائے، مال جائے، آبرو جائے مگر ایمان نہ جائے۔ کچھ ہو مگر اللہ و رسول ﷺ کے طریقہ سے انحراف نہ ہو۔

من نخوا ہم کرد ترک لعل یار و جام مے!
زاہداں معذور داریدم کہ ایں ہم مذہب ست

اور عربی شاعر نے کہا ہے:

مذاهب شتى للمحبين في الهوىٰ
ولي مذهب واحدا عيش به وحدى

ہاں وہ لوگ جو عقل و دین کے اعتبار سے ناقص ہیں، وہ جلد ان کے پھندے میں حصولِ مدعا اور دفعِ بلا کی امید سے پھنس جاتے ہیں، یا عوام کالانعام جنہیں دین و ایمان سے کچھ حصہ نہیں ملا۔ وہ اپنا مال ان حرام خوروں اور دغا بازوں کو کھلاتے اور دیتے ہیں اور جو شخص پاک دین والا، صاحب توحید ہے، وہ اپنے نشہ توحید اور مستی حسن عقاید میں ان کالین بطالین کی کچھ پروا نہیں کرتا۔

اللہ تعالیٰ مجھے اسی توحید و سنت پر زندہ رکھے اور مارے اور انواع شرک و بدعت سے بچائے کیونکہ میں توحید کے طفیل سارے جہاں کے علوم و معارف سے بے نیاز ہوں۔

اور اگر بالفرض حصول مدعا اور دفع کرب و بلا کے لئے عزائم و ادعیہ کا بجالانا ضروری ہے تو آیاتِ کتاب اللہ اور اذکار و ادعیہ، ماثورہ ہی کافی ہیں۔ وہ کون سی دینی و دنیاوی آفت و مصیبت ہے، جس کا علمی علاج شرع شریف میں نہیں ہے اور وہ کون سی حاجت، مطلب اور مدعا ہے، جس کے لئے ہمیں آنحضرت a نے کوئی ذکر یا دعا تعلیم نہیں فرمائی۔'' (۵۰)

الغرض آپ زندگی بھر اتباع سنت پر قائم رہے، احیاء سنت کے لئے اپنی تمام تر توانائیاں صرف کرتے رہے، سنت رسول ﷺ کے مطابق زندگی بسر کی اور سنت رسول ﷺ پر ہی پر فوت ہوئے اور آپ کی وصیت کے مطابق سنت رسول ﷺ کے مطابق نماز جنازہ اور تجہیز و تکفین کی گئی اور قبر بھی اتباع سنت میں کچی بنائی گئی جس پر کوئی تختی نہیں لگائی گئی۔

اللهم اغفر له وارحمه وعافه واعف عنه.

☆..........☆..........☆

حوالہ جات

۱۔ القرآن: النساء (۴) ۵۹
۲۔ القرآن: المائدۃ (۵) ۹۲
۳۔ القرآن: محمد (۴۷) ۳۳
۴۔ القرآن: الحجرات (۴۹) ۲۔۱
۵۔ القرآن: النور (۲۴) ۵۴
۶۔ القرآن: النساء (۴) ۸۰
۷۔ القرآن: الحشر (۵۹) ۷
۸۔ القرآن: آل عمران (۳) ۳۱
۹۔ بخاری، محمد بن اسماعیل۔ صحیح بخاری ج:۲، ص:۱۷۳، قدیمی کتب خانہ، کراچی۔
۱۰۔ ایضاً
۱۱۔ ایضاً، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، باب الاقتداء بسنن رسول اللہ ﷺ
۱۲۔ ایضاً
۱۳۔ القرآن: النجم (۵۳) ۴۔۳
۱۴۔ القرآن: الاحزاب (۳۳) ۲۱
۱۵۔ قشیری، مسلم بن حجاج، امام صحیح مسلم حدیث نمبر ۳۱۰۔ ج:۲، ص:۹۴۳ طبع مصر
۱۶۔ القرآن: المائدہ (۵) ۳۸
۱۷۔ خطیب، محمد عجاج، السنۃ قبل التدوین، ص:۲۶
۱۸۔ القرآن: النساء (۴) ۱۱۵
۱۹۔ شعرانی، کتاب المیزان، ص۵۲
۲۰۔ ایضاً
۲۱۔ حاکم، معرفۃ علوم الحدیث ص:۶۵۔ قاہرہ ۱۹۳۷ء
۲۲۔ خطیب، محمد عجاج، السنۃ قبل التدوین ص:۲۵۔۲۴، قاہرہ ۱۹۶۳ء
۲۳۔ ابقاء المنن ص
۲۴۔ ایضاً
۲۵۔ صدیق حسن، سید، قرۃ الاعیان ومسرۃ الاذہان، ص:۷۸، مطبع الجوائب
۲۶۔ ابجد العلوم ج:ص:۴۰۰
۲۷۔ ابقاء المنن
۲۸۔ ایضاً
۲۹۔ صدیق حسن، سید، منہج الوصول الی اصطلاح احادیث الرسول ﷺ ص ۲۱۳، مکتبہ شاہ جہانی بھوپال ۱۲۹۲ھ۔
۳۰۔ الحطہ فی ذکر الصحاح الستہ ص:۳۰، اسلامی اکادمی لاہور ۱۹۷۷ء
۳۱۔ صدیق حسن، سید، سلسلۃ العسجد فی مشائخ السند، ص:۳، مطبع شاہ جہانی بھوپال ۱۲۹۳ھ۔
۳۲۔ ابقاء المنن
۳۳۔ ایضاً ص:۹۶۔۱۰۱
۳۴۔ ایضاً ص:۱۷۰۔۱۷۱
۳۵۔ مآثر صدیقی ج:۴، ص:۶۳
۳۶۔ جعفر شاہ پھلواروی، حرفے از داستان، نواب صدیق حسن خان مرحوم ہفت روزہ الاعتصام ۱۲/ اکتوبر ۱۹۵۰ء
۳۷۔ مآثر صدیقی، ج:۴، ص۷۲۔۷۱
۳۸۔ مقالۃ الفصیحہ ص:۷۲
۳۹۔ جعفر شاہ پھلواروی، حرفے از دادستان نواب صدیق حسن خاں مرحوم ہفت روزہ الاعتصام ۱۲/ اکتوبر ۱۹۵۰ء
۴۰۔ مآثر صدیقی، ج:۴، ص ۱۳۵۔۱۳۴
۴۱۔ ایضاً ج:۴، ص ۱۰۸۔۱۰۷
۴۲۔ ایضاً ج:۴، ص:۸۴۔۸۳
۴۳۔ تفصیل کیلئے آپ کا وصیت نامہ ثانی، مقالۃ الفصیحہ کے نام سے ۱۲۹۸ھ کو مطبع مفید عام آگرہ سے شائع ہوا ملاحظہ فرمائیں۔
۴۴۔ رضیہ حامد، ڈاکٹر، نواب صدیق حسن خاں، ص:۱۱۶
۴۵۔ مآثر صدیقی ج:۴، ص:۸۲
۴۶۔ ابقاء المنن ص:۱۹۲
۴۷۔ القرآن النساء (۴) ۵۹
۴۸۔ صدیق حسن خاں، سید، تفسیر فتح البیان ج:۳، ص ۱۵۹۔۱۵۸۔
۴۹۔ ابقاء المنن ص:۱۳۵
۵۰۔ ایضاً ص:۲۹۱۔۲۸۹۔